نگہت سیما

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نگہت سیما

اعتراف

ناولٹ

"سنا ہے تمہارے کزن فرہاد نے دوسری شادی کرلی ہے کیا یہ صحیح ہے؟"

"ہاں یار! فرہاد بھائی نے دوسری شادی کرلی ہے۔"

"مگر کیوں' لیلیٰ بھابی تو بہت اچھی ہیں۔ خوب صورت' سلیقہ مند' ایجوکیٹڈ' خوش اخلاق۔"

حیرت سے کہا گیا۔

میں غیرارادی طور پر اپنے پیچھے بیٹھی لڑکیوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ دراصل میرے دوست عزیز کی بہن کی شادی تھی۔ اور عزیز کے بے حد اصرار پر میں اس تقریب میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ حالاں کہ لیلیٰ کا موڈ خراب تھا اور اس نے میرے ساتھ آنے سے صاف انکار کردیا تھا۔ اور جب عزیز سے میں نے معذرت کی تو وہ ناراض ہونے لگا۔

"بھابی کی طبیعت خراب ہے تمہاری تو نہیں۔"

اور یوں میں اس وقت یہاں موجود تھا لیکن چوں کہ میرا موڈ بھی کچھ بگڑا ہوا تھا۔ اس لیے میں یہاں خاموشی سے آکر بیٹھ گیا تھا۔ عزیز کہیں مصروف تھا۔ بارات ابھی تک نہیں آئی تھی۔ مہمان آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ ادھر ادھر نظر دوڑاتے اچانک ہی میرے کانوں میں بالکل اپنے پیچھے بیٹھی لڑکی کی آواز آئی تھی اور میرا دھیان ان کی گفتگو کی طرف ہوگیا تھا۔

"ہاں' یہ تو ہے لیکن کہیں تو کوئی کمی ہوگی نا! کوئی خلا ہوگا کہ فرہاد بھائی نے لیلیٰ بھابھی کے ہوتے دوسری شادی کرلی۔" دوسری لڑکی کہہ رہی تھی۔

"کمی کیسی لیلیٰ بھابی پرفیکٹ ہیں۔ دراصل آج کل ٹرینڈ چل نکلا ہے دوسری شادی کا۔ یوں سمجھو فیشن میں ان ہے آج کل۔"

لہجے میں ہلکا سا تمسخر تھا لیکن آواز بہت خوبصورت تھی۔

"نہیں یار! محض فیشن کے لیے تو بندہ گھر نہیں اجاڑتا۔ کہیں کوئی کمی ہوتی ہے۔ کوئی خلا کوئی مایوسی۔ شاید فرہاد بھائی جو کچھ لیلیٰ سے چاہتے تھے لیلیٰ بھابھی انہیں نہیں دے سکی ہوں گی۔" بہت ٹھہرا ٹھہرا نرم لہجہ یوں جیسے.....

میں ابھی کوئی تشبیہ سوچ ہی رہا تھا کہ دوسری لڑکی نے تیز لہجے میں کہا لہجے کی تندی نے آواز کی خوبصورتی کو ماند کر دیا تھا۔

"یہ تم اس لیے کہہ رہی ہو کیوں کہ تم ان میرڈ ہو۔ تمہیں اس کی فکر نہیں ہے کہ تمہارا شوہر دوسری شادی کرے گا جبکہ میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔ کچی جب بھی منیب آفس سے لیٹ ہوتے ہیں تو مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے دل کا دورہ پڑ جائے گا۔ میں تو ان دنوں منیب پر گہری نظر رکھنے لگی ہوں تاکہ بارش آنے سے پہلے ہی بندوبست کر لوں یہ نہ ہو کہ چھت گرنے کے بعد ہوش آئے تب واویلے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

جواباً "دلکش سی ہنسی یوں فضا میں بکھری جیسے کہیں مندر میں ڈھیر سے گھنٹیاں بجی ہوں۔

"تب ہی مونی بھائی کہہ رہے تھے کہ فرح کی نظریں آج کل میرا یوں ایکسرے کرتی ہیں جیسے میں کوئی جرم کر کے آیا ہوں۔ اور یہ کسی ماہر انٹیلی جینس آفیسر کی طرح آنکھوں ہی آنکھوں میں اندر تک کھوج آتی ہے مجھے۔ سوچتا ہوں اسے تو کسی تفتیشی عہدے پر فائز ہونا چاہیے۔"

"ہاں تو کرتی ہوں نا۔ تفتیش نہ کروں تو تیرے یہ مونی بھائی ہاتھوں سے پھسل جائیں۔"

"لیکن فرحی ڈیر!" ہنسی تھم گئی۔

"اگر مرد اپنی کرنے پر آئے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ اور پھر تمہاری تو لو میرج ہے۔ منیب بھائی نے اتنے انتظار اور مشکلات کے بعد تمہیں پایا ہے۔"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی خواہش کو بمشکل دبایا اور پورے دھیان سے انہیں سننے لگا۔ بظاہر میں سامنے اسٹیج کی سجاوٹ دیکھ رہا تھا لیکن میری سماعتیں ان ہی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

"چھوڑو یار! یہ محبت بھی کچھ عرصہ بعد پرانی ہو جاتی ہے۔" جلا بھنا جواب ملا۔

"سنا ہے پرانی شراب بہت مزہ دیتی ہے۔" لہجے میں شرارت صاف محسوس ہو رہی تھی۔ بے اختیار پھر پیچھے مڑ کر دیکھنے کو جی چاہا لیکن خود کو روک لیا۔

"خاک مزہ دیتی ہے۔"

وہی جلا بھنا انداز۔

"سامنے نئی نویلی شراب ہو تو ذائقہ چکھنے کو کس کا جی نہیں چاہتا۔ پرانی محبت تو بس بے کار ہو جاتی ہے فضول۔"

"مائی گاڈ فرح! تم بہت بدگمان ہو رہی ہو منیب بھائی سے۔ کہیں وہ سچ مچ تو" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"نہیں۔ نہیں۔" بات فوراً "کاٹی گئی۔ "ایسی بات نہیں۔ منیب بہت اچھے ہیں۔ بہت خیال رکھنے والے لیکن یار! جب سے فرہاد بھائی نے دوسری شادی کی ہے۔ میرے دل کو پتنگے لگے ہوئے ہیں۔ لیلیٰ بھابھی تو اتنی اچھی تھیں۔ اتنی خوبصورت' اتنی پیاری اور پھر شہزادوں جیسے بیٹے اور۔ اور یہاں صرف تین بیٹیاں اور مزید کوئی امید بھی نہیں۔ اب مونی کے پاس تو گھڑا گھڑایا بہانہ موجود ہے شادی کرنے کا۔"

اب لہجے میں آنسوؤں کی نمی بھی شامل ہو گئی تھی۔

"فرح!" وہی نرم ٹھہری آواز میں نے تصور میں محسوس کیا جیسے اس نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا ہو۔

"لیزی یار! تمہارے یوں پریشان ہونے سے کیا ہو گا۔ مرد اگر نمک اور موم کا بنا ہو کر بارش سے بہہ جائے گا اور دھوپ کی تمازت سے پگھل جائے گا تو تم کب تک روک سکو گی اسے ٹوٹنے سے۔ تم لاکھ حفاظتی دیواریں بناؤ' قلعے میں قید کرو۔ اگر مرد ارادہ کر لے کہ اسے دوسرا گھر بنانا ہے تو کون روک سکتا ہے اسے۔"

"یہ آج کل کی لڑکیاں۔ انہیں تو "نالیخولیا" ہو گیا ہے محبت کا۔"

مجھے ہنسی آئی لیکن میں صرف مسکرا دیا حالاں کہ اس بات پر قہقہہ لگانے کو جی چاہا تھا۔

"مری جاتی ہیں محبت کرنے کے لیے۔ مونی نے

آفس میں کتنی لڑکیاں ہیں۔ کس کس سے بچاؤں گی مونی کو۔" لہجے میں بے بسی شامل ہو گئی۔

"فار گاڈ سیک فرح! کیا فضول سوچوں میں خود کو الجھا رہی ہو۔ اب آفس میں لڑکیاں اپنے مقصد کے لیے تو نہیں جاتیں نا۔ میں بھی تو جاب کرتی ہوں۔ اور مجھے۔"

"اب ہر لڑکی تمہارے جیسی تو نہیں ہوتی نا۔ یہاں تو جیسے تیار بیٹھی ہیں۔ ذرا مرد نے نظر بھر کر دیکھا۔ تو بس یوں سمجھ لو عرب کے اونٹ والا حال ہے۔ خیمے میں ہی گھس کر بیٹھ جاتی ہیں۔ یہ سوچے بغیر کہ یہ بندہ پہلے سے ہی ایک عدد بیوی کا شوہر ہے۔"

وہی مدھر ہنسی ایک بار پھر فضا میں بکھر گئی۔

"ہاں تم ہنس سکتی ہو لیلی اس لیے کہ تمہیں ایسا کوئی خوف جو نہیں ہے کہ کوئی "قتالہ" تمہارے شوہر کے دل میں گھس کر بیٹھ جائے گی۔"

"دراصل میں فرح' یہ بھی ہمارے معاشرے کا المیہ ہے ایک۔"

آواز میں نرمی کے ساتھ سنجیدگی اور دکھ کا رنگ جھلکنے لگا تھا۔

"لیٹ میرجز (دیر سے شادی)' شادی کا نہ ہونا اور اس طرح کے مسائل۔"

"یہ تو ہمیشہ سے تھا۔ ہماری "اماؤں" کے زمانے میں بھی کئی لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہوتی تھیں یا زیادہ عمر میں ہوتی تھیں تو کیا وہ دوسروں کے شوہروں پر اس طرح قبضہ کرتی پھرتی تھیں۔"

ان فرح بی بی کو لگتا تھا آج کی لڑکیوں سے بہت ہی شکایتیں ہیں۔ مجھے جی چاہا کہ ایک نظر دیکھوں تو سہی کہ خود محترمہ کس زمانے کی پیداوار ہیں۔ آواز سے تو کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

"دراصل میڈیا نے بھی لڑکیوں کو تیز کر دیا ہے۔ خود ہی ہاتھ پاؤں ہلا لیتی ہیں۔"

"بھئی۔ ہاتھ پاؤں ہلائیں لیکن دوسروں کے حق پر ڈاکہ تو نہ ڈالیں نا۔ اب جیسے فرہاد بھائی کی نئی بیوی اتنی خوبصورت ہے کہ کسی کنوارے کے دل پر بھی ہاتھ ڈالتی تو بے چارہ پھڑک کر رہ جاتا وہیں۔ لیکن اس نے لیلیٰ بھابھی کے حق پر ڈاکہ ڈالا۔"

"کیا خبر محبت ہو گئی ہو۔ اور محبت تو کچھ نہیں دیکھتی نا۔ نہ آگا نہ پیچھا' نہ عمر نہ ذات۔"

لہجے کی شرارت میں نے صاف محسوس کی لیکن فرح صاحبہ نہ کر سکیں۔

"کہاں کی محبت۔ کچھ لوگوں کو عادت ہوتی ہے چوریاں کرنے اور ڈاکے ڈالنے کی۔ اور اب تو محبت بھی ریوڑیوں کی طرح بٹ رہی ہے جسے دیکھو محبت کا لفافہ اٹھائے پھر رہا ہے۔"

میں ان خاتون کی گفتگو سے بہت محظوظ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جو موڈ بگڑا ہوا تھا' اب انتہائی خوشگوار ہو چکا تھا۔

"ہر دوسرے بندے کو یہ مرض لاحق ہو رہا ہے۔ جسے سنو اسی بخار میں مبتلا ہے۔ سولہ سال کا لڑکا ہو یا چالیس کا مرد۔ سب محبت محبت الاپ رہے ہیں۔ میرا بس چلے تو آگ لگا دوں اس محبت کو نہ جانے کتنے گھروں کو اجاڑ چکی ہے۔"

"محبت بہ ذات خود ایک بہت خوبصورت جذبہ ہے لیکن محبت کا اتنا چرچا ہونے کے باوجود محبت کہیں نظر نہیں آتی فرح!"

وہی نرم نرم بارش کی پھوار کی طرح برستا لہجہ۔ یہ لہجہ' یہ ٹھہراؤ اور برستی بوندوں کی سی آواز کہاں سنی تھی میں نے۔ میں پتا نہیں کیوں چونکا۔

"یہ سب جو دکھائی دے رہا ہے اور جس کا اتنا چرچا ہے۔ یہ محبت نہیں ہے۔ غرض ہے۔ ایک پناہ گاہ کی خواہش' رفاقت کی آرزو' گھر کی چاہ۔ اپنے معتبر ہونے کا احساس بس یہی احساسات ہیں کہ عورت بے اختیار مرد کی طرف بڑھتی ہے۔ ذرا سا التفات پا کر۔ عورت پیدائشی طور پر نازک ہے۔ مرد کے مقابلے میں کمزور اور ناتواں۔ حالات کی دھوپ سے کملا جاتی ہے اور امربیل کی طرح سہارے کی متمنی۔ جو سہارا قریب نظر آتا ہے اسے ہی سب کچھ سمجھ لیتی ہے۔ تم لڑکیوں کو قصور وار کیوں ٹھہرا رہی ہو۔ مرد ہی کیوں مضبوط نہیں

ہو جاتا۔ کیوں خود غرض ہو جاتا ہے۔ کیوں نہیں ٹھکرا دیتا ایسی محبتوں کو جو اس کے بنے بنائے گھر کو اجاڑ دیتی ہیں۔"

"تم سارا قصور عورت کے کھاتے میں مت ڈالو فرح! یہ مرد بھی بڑا خود غرض اور لالچی بن جاتا ہے اور سب بھلا دیتا ہے۔ بیوی کی وفائیں، بچوں کی محبتیں سب۔ اسے پھسلنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے چاہے سامنے عام سی معمولی سی لڑکی بھی کیوں نہ ہو۔ اس کی اداؤں کے سامنے بیوی کی وفائیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔"

"تو اسی بات سے تو میں ڈرتی ہوں۔" اتنی لمبی بات اطمینان سے سننے کے بعد جواب آیا تھا۔

"کیا سب مرد خود غرض اور لالچی ہوتے ہیں؟ کیا منیب بھی؟" لہجے میں تشویش شامل ہو گئی تھی۔

"خدا نہ کرے فرحو! جو منیب بھائی ایسے ہوں۔ تم بھی بس۔" لہجے میں بے ساختگی کے ساتھ ہلکی سی سرزنش بھی تھی۔ "اور سب مرد لالچی اور خود غرض نہیں ہوتے۔ کہیں کوئی بے غرض مرد بھی تو ہوتا ہے نا' اسی دنیا کا باسی' اعلا ظرف اور۔۔۔"

وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی تھی۔ جیسے اسے اپنی ہی کسی بات پر یقین نہ ہو اور وہ محض فرح بی بی کو تسلی دے رہی ہو۔

"اور کیا خبر منیب بھائی بھی ایسے ہی ہوں۔"

"اللہ کرے' لیکن یار! یہ تمہارے فرہاد بھائی بھی ایسے لگتے تو نہیں تھے۔ اتنے ڈیسنٹ' اتنے سمجھدار' میں نے تو ہمیشہ انہیں لیلیٰ بھابھی اور بچوں کا خیال کرتے ہی دیکھا ہے۔ بس اسی بات نے خوف زدہ کر دیا ہے کہ اگر فرہاد بھائی پھسل سکتے ہیں تو منیب تو۔"

اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"بات یہ ہے' فرح ڈیر کہ بعض اوقات جو کچھ بظاہر نظر آ رہا ہو' حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ فرہاد بھائی واقعی بہت ڈیسنٹ ہیں اور اگر لیلیٰ بھابھی انہیں اس حد تک زچ نہ کرتیں تو شاید وہ کبھی بھی دوسری شادی نہ کرتے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ صاف صاف بتاؤ۔ لیلیٰ بھابھی میں کیا کمی تھی؟ اتنی خوبصورت' اتنی ایجوکیٹڈ اور اتنی سگھڑ۔"

"ہاں۔ یہ سب کچھ تھا لیلیٰ بھابھی میں' بس صبر اور برداشت کی کمی تھی اور اعتماد و یقین کی بھی۔ انہیں فرہاد بھائی پر ان کی محبت پر یقین نہیں تھا۔ اتنے سالوں میں وہ فرہاد بھائی کو سمجھ ہی نہ سکی تھیں۔ حالاں کہ اتنے سال اس مرد کو جاننے کے لیے کیا کافی نہیں ہوتے جو رفیق زندگی ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے غلطی لیلیٰ بھابھی کی تھی؟"

لہجے میں حیرت کا عنصر غالب تھا۔

"ہاں اور یہی غلطی اب تم کر رہی ہو' خوامخواہ منیب بھائی پر شک کر کے۔" وہ سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"تم کیا سمجھتی ہو بی بی! مجھے ساری کہانی کا علم نہیں۔" طنزیہ ہنسی کے ساتھ جواب دیا گیا۔ میں ہمہ تن گوش تھا۔ "تمہارے یہ فرہاد بھائی اپنی سیکرٹری پر فریفتہ تھے جانے کب سے چکر چلا ہوا تھا۔"

"نہیں فرح! یہ غلط ہے۔ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ربیعہ فرہاد بھائی کے آفس میں پندرہ سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ لیلیٰ بھابھی کے بجائے ربیعہ سے ہی شادی کر لیتے۔ کون روکنے والا تھا انہیں؟ چچا جان نے تو ان کی مرضی پوچھ کر ہی لیلیٰ سے ان کا رشتہ طے کیا تھا۔ ربیعہ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی خاطر ربیعہ نے جاب کر لی تھی۔ فرہاد بھائی کے دل میں اس کے لیے بہت احترام تھا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کی خاطر اپنی زندگی وقف کیے ہوئے تھی۔ وہ اکثر اوقات اس کی ہیلپ (مدد) بھی کر دیا کرتے تھے۔ اس کی بہن کی شادی ہو گئی تھی اور بھائی دونوں پڑھنے کے لیے باہر چلے گئے تو اچانک پتا چلا کہ اس کی والدہ کو کینسر ہو گیا ہے۔ ان دنوں فرہاد بھائی نے ربیعہ کا بہت ساتھ دیا۔ اس کی والدہ کو لے کر کینسر ہسپتال جانا بھاگ دوڑ۔ وہ ربیعہ کے ساتھ ساتھ رہے۔ فطرتاً ہمدرد نیچر کے تھے۔ ان ہی

دنوں لیلیٰ بھابھی کو بھی خبر ملی کہ فرہاد اکثر ربیعہ کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھائے گھوم رہے ہوتے ہیں حالاں کہ وہ اسے ساتھ لے کر شوکت خانم جاتے تھے جہاں اس کی والدہ ایڈمٹ تھیں۔ لیلیٰ بھابھی نے بلا سوچے سمجھے فرہاد بھائی پر الزام لگا دیا کہ وہ ربیعہ کے ساتھ انوالو ہیں اور جانے کب سے چکر چل رہا ہے۔ تب فرہاد بھائی نے بہت رسان سے سمجھایا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ لیکن لیلیٰ بھابھی کے دل میں شک کا بیج نمو پا چکا تھا۔ وہ روز ہی طعنے دینے لگیں۔ فرہاد بھائی اپنی نیچر کے مطابق خاموش ہو جاتے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ بچے جھگڑوں سے غلط تاثر لیں۔"

یہ آواز۔ یہ لہجہ۔ میں بار بار چونک جاتا۔ اتنا مانوس سا کیوں ہے۔

"لیکن ایک روز انہوں نے لیلیٰ بھابھی سے کہا۔ ربیعہ کی والدہ چاہتی ہیں کہ ربیعہ کی شادی ہو جائے کہیں۔ بہت پریشان ہیں وہ۔ ان کی طبیعت بگڑتی ہی جا رہی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کہاں سے کوئی ایسا شخص ڈھونڈ لوں' جو ربیعہ سے شادی کر لے۔"

"آپ کو ہمدردی ہے تو آپ کر لیں ثواب کا ثواب اور۔۔۔"

لیلیٰ بھابی نے فرہاد بھائی سے کہا تو فرہاد بھائی کو بھی شرارت سوجھی۔

"اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔ میں ہی شادی کر لیتا ہوں ربیعہ سے۔" فرہاد بھائی ہنس پڑے اور اس سے پہلے کہ وہ لیلیٰ بھابی کو بتاتے کہ وہ مذاق کر رہے تھے۔ ان کی کوئی بزنس کال آ گئی اور پھر وہ اسی وقت آفس چلے گئے اور آفس سے ہی انہوں نے گھر فون کیا کہ وہ تین دن کے لیے ضروری کام سے اسلام آباد جا رہے ہیں۔ کسی بزنس میٹنگ کے سلسلے میں۔ لیلیٰ سے ان کی بات نہیں ہوئی تھی بیٹے سے بات ہوئی تھی وہ پہلے بھی اس طرح بزنس کے سلسلے میں آفس سے ہی چلے جاتے تھے۔ آفس میں ان کا بریف کیس اور کپڑے وغیرہ ہوتے تھے۔ اور اکثر ربیعہ

بھی ان کے ساتھ بزنس میٹنگ میں شریک ہوتی تھی لیکن شہر کے اندر ہی۔ لیلیٰ بھابھی نے آفس فون کر کے ربیعہ کے متعلق پوچھا تو پتا چلا کہ ربیعہ بھی آفس نہیں آئی۔ تین چار دن کی چھٹی پر ہے۔ جس سے لیلیٰ کو گمان گزرا کہ ربیعہ ضرور فرہاد بھائی کے ساتھ گئی ہوئی ہے۔ فرہاد بھائی واپس آتے تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں پر ڈرامہ تیار ہو گا۔ ابھی انہیں آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ لیلیٰ بھابی کے بھائی اور ماموں آ گئے۔ انہوں نے آ کر خوب جھگڑا کیا فرہاد بھائی سے کہ انہوں نے ربیعہ سے شادی کر لی۔ گالم گلوچ حتیٰ کہ لیلیٰ بھابھی کے بڑے بھائی نے فرہاد بھائی پر ہاتھ بھی اٹھا لیا۔ اور عدالت میں گھسیٹنے کی دھمکی دی کہ بغیر بیوی کی اجازت کے انہوں نے شادی کی۔"

بولنے والی نے ایک لمبی سانس لی۔

"فرحو! اس وقت فرہاد بھائی چاہتے تو دو جملے بول کر سب جھگڑے ختم کر دیتے مگر وہ خاموش رہے لیکن وہ اسی وقت اٹھے، دو تین دوستوں اور مولوی کو ساتھ لے کر ربیعہ کے گھر پہنچ گئے۔ ربیعہ کی والدہ کی طبیعت بے حد خراب تھی۔ اس لیے اس نے چھٹی لے رکھی تھی۔ وہ تو خود حیران ہو گئی۔ لیکن اس وقت تم فرہاد بھائی کی دلی کیفیات کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ ان کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی' انہوں نے ربیعہ سے کہا۔

"آپ خاموش رہیں۔ مجھے آپ کی والدہ سے بات کرنا ہے۔" یوں یہ نکاح ہو گیا اور فرہاد بھائی نے گھر آ کر لیلیٰ بھابھی سے کہا۔

"میں نے ابھی ابھی ربیعہ سے نکاح پڑھوالیا ہے تاکہ تمہارا لگایا الزام سچ ہو جائے۔ اب بلالو اپنے بھائیوں کو۔ جو کرنا ہے کر لیں۔"

"او میرے اللہ' یہ تھی ساری حقیقت اور تمہیں یہ سب فرہاد بھائی نے بتایا؟؟"

دوسری لڑکی کی آواز قدرے بلند ہو گئی تھی۔

"ہاں فرحو! مرد کو کبھی غصہ نہیں دلانا چاہیے نہ ہی فضول الزامات لگانے چاہئیں۔ اس سارے معاملے میں میں فرہاد بھائی کو قصوروار نہیں سمجھتی۔ اور یہ ان کی شرافت اور اعلا ظرفی ہے کہ وہ ربیعہ کو اس گھر میں نہیں لائے۔ نہ ہی لیلیٰ بھابی اور بچوں کو چھوڑا۔ تین دن وہ لیلیٰ بھابی کے پاس اور تین دن ربیعہ کے گھر رہتے ہیں۔ ربیعہ کی والدہ کا انتقال چند دن بعد ہی ہو گیا تھا اور ابھی تک وہ اسی گھر میں ہے۔ لیلیٰ بھابی کا رویہ ابھی بھی فرہاد بھائی کے ساتھ بہت خراب ہے۔ تم فرحو! تم کبھی مولی بھائی کو غصہ مت دلانا۔ کبھی بے اعتبار مت ہونا۔ وہ اپنی بچیوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"ہاں لیکن یہ جو لڑکیاں ہیں نا۔ وہ دیکھو ادھر اس لڑکی کو' کیسے ممتاز بھائی کے ساتھ جڑی کھڑی ہے اور کیسے اٹھلا کر بات کر رہی ہے۔ عمر دیکھو اس کی اور۔۔۔ اگر بھابی جان انہیں بیٹھی دیکھ رہی ہوں گی تو ان کے سینے پر تو سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔"

"تو ممتاز بھائی کیوں اسے اتنی لفٹ کروا رہے ہیں۔"

جواباً" ہنسی کی مترنم سی آواز میرے دل میں ہلچل مچا گئی تھی۔

"اور یہ تمہارے خالہ زاد بھائی' یہ تو ہر لڑکی پر یوں ہی فدا ہو جاتے ہیں۔ دو تین ماہ میں نے بھی اس کمپنی میں کام کیا تھا جہاں یہ ممتاز بھائی کام کرتے ہیں۔ معاف کرنا۔ ان کی کوئی اچھی شہرت نہیں تھی وہاں۔"

"تم صحیح کہتی ہو۔" جواب میں ٹھنڈی آہ بھری گئی۔ "اگر مرد ہی اتنا لالچی اور خود غرض نہ ہو جائے تو بھلا لڑکیاں۔۔۔"

آواز یکدم ہی تیز آواز میں بجتے ڈیک میں دب گئی تھی۔ کسی نے ڈیک لگا دیا تھا فل آواز میں۔ اور میرے دل میں یک دم کسی نے بھالا سا چبھو دیا تھا۔ پندرہ سال پہلے میں بھی تو اتنا ہی خود غرض اور لالچی ہو رہا تھا اگر۔ اچانک ہی عجیب سی شرمندگی نے مجھے گھیر لیا۔ میں پیچھے بیٹھی لڑکیوں کو بالکل بھول گیا۔

پندرہ سال پہلے۔ ہاں پندرہ سال پہلے میں کتنا پاگل ہو رہا تھا اس کے لیے۔ کہ سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھا۔ نیلی کو' ثریا اور ٹیپو کو۔ سب کو۔ کچھ ایسا ہی جادو کر دیا تھا اس نے۔ اس صبا حیدر علی نے جو بہت

خوبصورت تو نہ تھی لیکن جس کی شخصیت میں بلا کا وقار اور کشش تھی۔ اور جسے میرے ساتھ کام کرتے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے' اور جس سے اس روز سے پہلے میری کبھی زیادہ گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ تاہم اس کے متعلق میری رائے بہت اچھی تھی۔ وہ ایک خوش اخلاق' ذہین اور اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی۔

اس روز نیلی نے صبح صبح ہی ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ بلاوجہ ہی پہلے ثریا کو اور پھر ٹیپو کو دو تھپڑ لگائے تھے۔ بلاوجہ نہیں بلکہ وجہ یہ تھی کہ میں رات کو کچھ دیر سے گھر آیا تھا اور آفس سے میں سیدھا اماں سے ملنے چلا گیا تھا کیوں کہ بہت دن ہو گئے تھے۔ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اکثر اپنی مصروفیات میں مجھے ان کی طرف گئے ہفتوں گزر جاتے تھے۔ ہر ویک اینڈ پر کوئی نہ کوئی مصروفیت نکل آتی تھی اور وہاں اماں کی طبیعت بہت خراب تھی۔ زینب اور اطہر بہت پریشان تھے۔ زینب مجھے دیکھتے ہی رو پڑی۔

"اماں اتنی بیمار ہیں اور تم نے اطلاع تک نہیں دی۔" میں نے اطہر سے کہا۔

"میں نے دوبار فون کر کے نیلی بھابھی کو بتایا تھا۔ آفس بھی فون کیا تھا لیکن آپ نہیں تھے۔"

اور نیلی نے مجھے فون کے متعلق نہیں بتایا تھا۔ سو مجھے غصہ آ گیا۔

"چھوڑو بیٹا! بھول گئی ہو گی۔"

اماں کی کمزور آواز پر میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ کتنی کمزور ہو رہی تھیں۔ اور میں ان سب سے کتنا دور ہو گیا تھا۔ زینب اور اطہر ابھی بچے ہی تو تھے کون سا بہت سمجھدار تھے۔ زینب تو ابھی کالج میں تھی اور اطہر انجینئرنگ کے آخری سال میں۔ کم از کم مجھے اطہر کی تعلیم ختم ہونے تک تو یہیں رہنا چاہیے تھا ان سب کے ساتھ۔ لیکن میں کیا کرتا۔ اماں نے ہی مجبور کیا تھا۔

"بیٹا! نیلی کی بات مان لو۔"

"کیسے مان لوں' کیسے چھوڑ دوں آپ سب کو۔"

میں روہانسا ہو گیا تھا۔

"اپنے سکون اور خوشی کے لیے۔ یہ چوبیس گھنٹے کی چخ چخ اور تمہاری پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ وہ یہاں نہیں رہنا چاہتی ہمارے ساتھ تو تم کیوں مجبور کرتے ہو۔ میں نے آج اطہر سے کہا ہے۔ وہ کرائے داروں سے گھر خالی کرنے کے لیے کہہ دے۔"

"لیکن اماں!"

"بس بیٹا! اب اور کچھ نہ کہنا۔ لڑکیوں کو شوق ہوتا ہے اپنا الگ گھر بنا کر رہنے کا۔"

"لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اماں!"

میں سمجھ گیا تھا کہ یہ بات نیلی نے ہی ان سے کہی ہو گی۔ رات کو بھی کتنی ہی بار اس نے مجھ سے کہا تھا۔

"مجھے آپ کی امی' بہن اور بھائی سے کوئی نفرت نہیں ہے۔ بس شوق ہوتا ہے نا لڑکی کو اپنے الگ گھر کا۔"

اور یوں میں الگ گھر میں رہنے لگا تھا۔ اماں اور اطہر کو کوئی مالی پریشانی نہیں تھی۔ ابا نے اپنی زندگی میں ہی اپنی ذاتی زمین پر جو کمرشل ایریا میں آ گئی تھی' مارکیٹ بنا دی تھی۔ جس میں تقریباً سولہ دکانیں تھیں۔ اماں نے میری علیحدگی کے بعد کرائے سے آنے والی رقم کے چار حصے کر دیے تھے اور رقم کا چوتھا حصہ مجھے دے دیتی تھیں۔ میری اپنی تنخواہ بھی چالیس ہزار سے اوپر ہی تھی۔ میں نے کہا بھی کہ ابھی یہ رقم زینی کی شادی کے لیے رکھ لیا کریں۔

لیکن اماں بس مسکرا دی تھیں۔ میں اپنے طور پر جیب خرچ کے طور پر معمولی سی رقم اطہر اور زینب کو دیتا تھا اور اماں سے التجا کی تھی کہ وہ مجھے اس سے منع نہ کریں۔ لیکن نیلی کو یہ معمولی رقم بھی کھٹکتی تھی۔ اس روز میں اماں کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کے پاس چلا گیا تھا۔ پھر گھر آ کر بھی میں کچھ دیر بیٹھا رہا۔ زینی اور اطہر کو تسلی دی۔ زینب خاص طور پر بہت پریشان تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اس روز بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہا اور میرا وہاں سے آنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا ایک بار تو میں نے کہہ بھی دیا۔

"اماں! آج میں ادھر ہی رہ جاتا ہوں۔"
"نہیں بیٹا! ایسا ہو اور بچے اکیلے پریشان ہوں گے۔"
"فون کر دیتا ہوں۔ چھوٹے بھائی کو بلا لے۔"
لیکن اماں نے منع کر دیا۔ میں نے دیکھا زینب کی آنکھیں بجھ سی گئی تھیں، جو میرے وہاں ٹھہرنے کا سن کر چمک اٹھی تھیں۔ گو میں نے فون کر کے نیلی کو بتا دیا تھا کہ میں اماں کی طرف ہوں لیکن جب گھر گیا تو اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔
"آ گئے ماں بہنوں کی چاکری کر کے۔"
"شٹ اپ نیلی۔"
مجھے اس کے انداز گفتگو پر غصہ آ گیا۔
"وہ میری ماں ہیں۔ اگر میں ان کی چاکری بھی کروں تو کچھ حرج نہیں۔"
"خوب سکھا پڑھا کر بھیجا ہے۔"
وہ بڑبڑائی تو مجھے اور غصہ آ گیا۔
"فضول مت بکو۔ میری ماں یا بہن بھائی اتنے گھٹیا نہیں ہیں۔ انہوں نے کبھی مجھے کچھ سکھایا پڑھایا نہیں ہے اور یہ تم ہو اتنی گھٹیا کہ اطہر نے تمہیں فون کر کے اماں کی بیماری کا بتایا بھی اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہ کیا۔"
ایک لمحہ کو اس کا رنگ بدلا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ نارمل ہو گئی۔
"مجھے یاد نہیں رہا لیکن انہوں نے تیلی لگا دی۔"
"ویسے تو ہر معاملے میں تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے صرف میرے گھر والوں کے لیے کمزور ہو جاتی ہے۔ زینی پاس ہوئی تو میں کتنے شوق سے اس کے لیے گھڑی لایا اور وہ تم ادھر لے جانا بھول گئیں۔ مری سے اماں کی شال لی جسے تم وہاں بقول بتول تمہارے ہوٹل کے کمرے میں ہی چھوڑ آئیں۔ جبکہ اپنے بھائیوں اور ماں کے لیے خریدے ہوئے گفٹ تو تمہیں اچھی طرح یاد رہے۔" میرا اتنا کہنا تھا کہ نیلی نے چیخنا اور رونا شروع کر دیا اور روتے روتے اماں زینی اور اطہر کو بھی برا بھلا کہنے لگی۔ میں نے بمشکل ضبط کیا۔ اور خاموشی سے اندر جا کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔ صبح میں اٹھا تو میرا موڈ کافی حد تک ٹھیک تھا۔ اماں نے ایک بار کہا تھا۔
"اشعر بیٹا! وہ اپنا نیچر نہیں بدل سکتی تو تم ہی درگزر کیا کرو۔"
لیکن رات اماں کی بیماری زینی کے آنسو اطہر کی خاموشی نے مجھے بے حد ڈسٹرب کر دیا تھا ورنہ میں اس کی ہر زیادتی کو درگزر ہی کر دیتا تھا۔
"نیلی۔" میں نے اسے آواز دی۔ "ایک کپ چائے بنا دو۔"
"جہاں سے رات کھانا کھایا ہے وہاں سے ہی چائے پی لو۔"
نیلی کے جواب نے مجھے ششدر کر دیا۔ لیکن صبح صبح میں جھگڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے خاموش ہی رہا لیکن نیلی تو چاہتی تھی کہ میں بولوں اور اسے دل کی بھڑاس نکالنے کا مزید موقع ملے۔ چناں چہ بلاوجہ ہی ٹیپو اور ثریا کو تھپڑ لگا دیے اور خود ہی چلا چلا کر بولتی رہی۔
میں تیار ہو کر جتنی جلدی آفس چلا آیا بغیر ناشتے کے۔
اور آفس میں بھی میرا موڈ کافی خراب رہا۔ نیلی اماں کی پسند تھی لیکن جب اماں نے مجھ سے نیلی کے متعلق رائے لی تھی تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ بظاہر نیلی میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو میں انکار کر دیتا وہ خوش شکل تھی ایجوکیٹڈ تھی۔ سلیقہ مند تھی خاندانی بیک گراؤنڈ بھی ٹھیک تھا اور میری کسی سے کوئی خاص انوالومنٹ بھی نہیں تھی۔
میں نے اب تک کی زندگی بہت صاف شفاف گزاری تھی اور نیلی کے ساتھ شادی کے بعد کبھی اس کی حق تلفی نہیں کی تھی۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھا بلکہ بعض اوقات میں نے اماں اور زینی کو بھی اس کی خاطر اگنور کیا حتی کہ اس کی خواہش پر الگ گھر میں رہنے لگا پھر بھی جانے کیا چاہتا تھا اسے کہ اماں اور زینی کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھتی تھی۔ حالاں کہ وہ صرف ایک سال تک ان کے ساتھ رہی تھی اور اس ایک سال میں اماں اور زینی تو اس کے آگے پیچھے ہی پھرتی رہتی تھیں۔ مجھے نہیں یاد کہ اس ایک سال میں بھی اس نے کبھی تنگ بنائی ہو۔ پھر بھی جانے اسے کیا شکایتیں تھیں کہ اماں اور زینی کا نام لے کر وہ خوامخواہ ہی جھگڑا کھڑا کر دیتی تھی۔ کیا اس کے ساتھ شادی ہو جانے سے میرے پرانے رشتے ختم ہو گئے تھے؟ میں کتنا بھی نظر انداز کرتا لیکن اس کی زبان توبہ۔ سو میں بہت دلبرداشتہ سا آفس کی فائلیں کھولے بیٹھا تھا۔
کیا میرے نصیب میں کوئی حلیم الطبع، نرم خو سی بیوی نہیں ہو سکتی تھی جو بھلے اماں، زینی اور اطہر سے محبت نہ کرتی لیکن نیلی کی طرح انہیں گالیاں بھی نہ دیتی۔ بلاوجہ کی دشمنی نہ کرتی۔ میں ان ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ وہ... ہاں وہ صبا حیدر چپکے سے آ کے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔
"کیا بات ہے اشعر صاحب! گھر میں تو سب خیریت ہے۔ آپ کی مسز تو ٹھیک ہیں؟"
"ہاں۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔
"پھر کیا بات ہے؟ آپ اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں۔"
اس کی ٹیبل بھی اسی کمرے میں میرے دائیں طرف تھی شاید وہ بہت دیر سے مجھے دیکھ رہی تھی۔
"بس یونہی۔" میں بے دلی سے مسکرایا۔
"اگر کوئی حرج نہ ہو تو میرے ساتھ شیئر کر لیں۔ شاید دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔" اس کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی۔
اور پتا نہیں کیوں میں اس صبا حیدر کے سامنے اپنا دل کھول بیٹھا جس سے اس سے پہلے کبھی میری اتنی بے تکلفی نہ تھی اور پھر صبا کی باتوں سے واقعی دل کا بوجھ ہلکا سا ہو گیا۔ اسے باتیں کرنے اور قائل کرنے کا قرینہ آتا تھا۔ پھر پتا نہیں کب اور کیسے ہم دونوں کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا۔
صبا حیدر میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا اور دوستی کا یہ رشتہ محبت میں بدل گیا اور اس محبت کو استحکام نیلی کے آئے دن کے جھگڑوں نے بخشا۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔ حالاں کہ پہلے تو ایسا نہیں تھا۔ وہ اتنی جھگڑالو نہیں تھی۔ ہاں بس اماں، زینی اور اطہر کے ذکر سے چڑتی تھی۔ میرا وہاں جانا اسے پسند نہ تھا۔
وہ چاہتی تھی کہ میں انہیں بالکل چھوڑ دوں جو ممکن نہ تھا۔ لیکن اب تو ہر وقت ہی اس کا موڈ خراب رہتا تھا۔ شاید کچھ میری غلطی بھی تھی کہ میں بھی ہر وقت غصے میں اور جھلایا ہوا رہنے لگا تھا اور جس کی وجہ وہ انکشاف تھا جو ایک روز اچانک مجھ پر ہوا تھا یعنی میں اشعر حسن، صبا حیدر علی سے محبت کرنے لگا ہوں۔
اور اس محبت کی شدت میں ہر گزرتے دنوں کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ اور ہر روز مجھے لگتا کہ صبا حیدر کا وجود میرے لیے ناگزیر ہو چکا ہے لیکن جب میں نیلی اور بچوں کو دیکھتا تو دل جیسے پاتال میں گر جاتا۔ کیا تھا... کیا تھا اگر صبا حیدر مجھے پہلے ملی ہوتی۔ عجیب سا بے بس کر دینے والا احساس مجھے جکڑے رکھتا اور اس جھنجلاہٹ میں کئی بار میں نے بچوں کو بھی بلاوجہ ڈانٹ دیا۔ جس کا مجھے کتنے ہی دنوں تک افسوس ہوتا رہا۔ صبا حیدر میری دلی کیفیتوں سے ناآشنا اپنے نرم لفظوں سے میرے دل پر مرہم رکھتی رہتی۔ مجھے سمجھاتی رہتی۔ اور میں سوچتا رہتا کیا صبا بھی... کیا صبا بھی مجھ سے محبت کرتی ہے؟
شاید نہیں۔ لیکن اگر محبت نہیں کرتی تو پھر یہ سب کیا ہے۔ اتنی ہمدردی، اتنا احساس، کچھ تو ہے نا۔ میں دل کو تسلی دیتا۔
لیکن اتنے دن گزر جانے کے باوجود مجھ میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں اس سے اپنی محبت کا اعتراف کروں۔ کہیں وہ خفا نہ ہو جائے کہیں ناراض نہ ہو جائے، میں اسے کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ مجھے لگتا تھا جیسے اگر وہ مجھ سے خفا ہو گئی تو پتا نہیں کیا ہو جائے گا۔ شاید میں بھی باقی نہ رہوں گا۔
میں کوئی ٹین ایجر لڑکا نہیں تھا، دو بچوں کا باپ تھا۔ پھر بھی میری کیفیات ٹین ایجرز جیسی ہی تھیں۔ شاید میں کبھی بھی اظہار کی جرات نہ کر پاتا اگر اس کا پروپوزل نہ آ جاتا۔ اس روز پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر پریشانی دیکھی تھی۔

"کیابات ہے صبا؟" میں یکدم پریشان ہوگیا تھا۔
"کچھ نہیں۔"
"نہیں! کچھ تو ہے۔ پلیز۔ دیکھو تمہاری پریشانی میں برداشت نہیں کرسکتا۔ خدا کے لیے صبا!"
"آپ یونہی پریشان ہو رہے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میرے لیے کسی ڈاکٹر احسان کا پرپوزل آیا ہے اور میری مما چاہتی ہیں کہ میں انکار نہ کروں جبکہ میں..."
"تم، تم کیا چاہتی ہو صبا؟" میں نے بے قراری سے پوچھا۔
"میں فی الحال شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے گہری سانس لی۔ "اور مما اس بات پر مجھ سے ناراض ہیں اور میں ان کی ناراضی کی وجہ سے اپ سیٹ ہوں۔"
"تم... تم نے کیوں انکار کیا صبا؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ پتا نہیں کیوں مجھے گمان گزرا تھا کہ شاید اس کی وجہ میں ہوں۔ شاید وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔
"بس یونہی۔ میں نے کہا نا میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے نظریں جھکالی تھیں۔
"صبا!" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "تم جانتی ہو میں تم سے بے حد، بے حساب محبت کرنے لگا ہوں۔ پتا نہیں کب۔ پتا نہیں کیسے تم میرے دل میں براجمان ہوگئی ہو۔ میں نے خود کو بہت سمجھایا ہے صبا! بہت ڈانٹا ہے لیکن یہ ضدی سمجھتا ہی نہیں۔"
"تم مجھ سے شادی کروگی صبا؟"
"کیا؟" اس نے حیران ہوکر مجھے دیکھا۔
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کی اپنی ایک گھریلو زندگی ہے بیوی ہے بچے ہیں۔"
"ہاں۔ لیکن یہ گھریلو زندگی کیسی ہے تم جانتی ہو۔"
"وہ تو ہے لیکن سمجھو تو کرنا پڑتا ہے اشعر! بچوں کی خاطر۔ اور آپ۔"
"پلیز! صبا آج مجھے کچھ کہنے دو۔ اتنے دنوں سے میں خود سے لڑلڑ کر تھک گیا ہوں۔"

اور اس روز میں نے صبا حیدر علی سے سب کہہ دیا۔ وہ سب جو میرے دل میں اس کے لیے تھا۔ وہ سنجیدگی سے سنتی رہی۔ اور سب سننے کے بعد اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولی۔
"نیلی ایجوکیٹڈ ہے سمجھ دار ہے آپ اسے سمجھائیں تو وہ آپ کی بات سمجھ سکتی ہے۔ شاید آپ نے ایسی کوشش ہی کبھی نہ کی ہو۔"
"کیا میں نے اسے سمجھایا نہیں ہوگا۔ صبا! بہت سمجھایا ہے کہ بس ذرا سا اپنا دل اور ظرف بڑا کرلے لیکن وہ۔ اللہ جانے اتنی نفرت کہاں سے اس کے دل میں جمع ہوگئی ہے اماں، زینی اور اطہر کے لیے۔ اور یہ نفرت میری زندگی کو اجیرن کررہی ہے۔"
"تو اس مسئلے کا یہ حل تو نہیں کہ آپ مجھ سے شادی کرلیں۔" اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ "کیا خبر میں بھی۔"
"نہیں ہم ایسی نہیں ہو صبا! تمہیں تو میں تم سے زیادہ جان گیا ہوں اور تم سے شادی میں کسی مسئلے کے حل کے لیے نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ تم سے بہت زیادہ محبت کرنے لگا ہوں۔ بے حد اور مجھے یوں لگنے لگا ہے جیسے میں تمہارے بغیر رہ نہیں پاؤں گا۔ ابھی جب تم مجھے اپنے پرپوزل کے متعلق بتارہی تھیں تو مجھے یوں لگا تھا جیسے میرا دل کہیں گہرائیوں میں ڈوبتا جارہا ہو اور میری زندگی کی سانسیں بس ختم ہونے والی ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں کبھی بھی تمہیں اپنے جذبوں سے آگاہ نہیں کروں گا اور مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں تمہارے راستے سے بھٹکاؤں۔ لیکن سب کچھ جیسے میرے اختیار سے باہر ہوگیا ہے۔"
میں نے سوچا تھا کہ اگر کبھی میں کسی بے اختیار لمحے میں اپنے جذبوں کا اظہار کربیٹھا تو شاید وہ مجھ سے خفا ہوجائے گی اور شاید پھر وہ کبھی مجھ سے بات نہیں کرے گی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ اور مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ بھی اور شاید اسی لیے اس نے شادی سے انکار کیا ہے۔ میں نے بغور اسے

دیکھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ میرے دیکھنے پر اس نے سر اٹھایا۔
"ایسی باتوں کا کیا فائدہ اشعر!" اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ میں تڑپ اٹھا۔
"محبت میں فائدہ اور نقصان نہیں دیکھا جاتا۔"
"تو اس میں فضول بات کیا ہے۔ کیا کسی مرد نے دو شادیاں نہیں کیں بلکہ میں تو ایسے مردوں کو بھی جانتا ہوں جنہوں نے تین تین شادیاں کررکھی ہیں۔" میں ہنسا لیکن وہ مسکرائی نہیں۔ وہ بے حد سنجیدہ تھی۔
"یہ ناممکن ہے اشعر!" میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"کیا میں بدصورت ہوں۔ مجھ میں کوئی کمی ہے؟"
"نہیں۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "لیکن کوئی بھی عورت محبت میں شراکت برداشت نہیں کرتی۔ اور نیلی کبھی تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گی۔"
"تم اس کی فکر مت کرو صبا! تم یہ بتاؤ، تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے تم نیلی اور بچوں کے ہوتے ہوئے بھی مجھے قبول کرلوگی۔"
اس نے بس ایک نظر مجھے دیکھا تھا اور بنا میری بات کا جواب دیے اپنی ٹیبل پر چلی گئی تھی۔ اس کی پیشانی پر لکیریں سی تھیں۔ میں نے دیکھا وہ اپنے سامنے رکھے کاغذ پر یونہی آڑی ترچھی لکیریں ڈال رہی تھی۔ وہ اپ سیٹ تھی۔ شاید وہ میرے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔
میرا دل یکدم کھل اٹھا تھا۔ یہ انکشاف میرے لیے بہت خوش کن تھا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے گو اس نے زبان سے اعتراف نہیں کیا تھا لیکن اس کا ہر انداز، اس کی آنکھیں، اس کا لہجہ، اس کا چہرہ بتارہا تھا کہ وہ بھی۔ ہاں وہ بھی۔
پھر کتنے ہی دن گزر گئے۔ نیلی روٹھ کر میکے چلی گئی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے اس کی اجازت کی ضرورت ہے۔ وہ اماں اور زینی کے ساتھ رہے گی اس گھر میں اور

تم یہاں ہی رہنا۔ میں تمہارے حقوق کی ادائیگی کرتا رہوں گا۔ کیوں کہ تم میرے بچوں کی ماں ہو ورنہ جس طرح تم نے میری زندگی تلخ بنارکھی ہے۔"
پہلے تو وہ حیرت سے منہ کھولے میری بات سنتی رہی اور پھر جو اس نے ہنگامہ کھڑا کیا تو خدا کی پناہ۔ یہ چیخ چیخ کئی دن جاری رہی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیلی روٹھ گئی۔ اماں نے سنا تو الٹا مجھ سے ہی ناراض ہوئیں۔
"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا اشعر!"
"ہاں اماں! ٹھیک ہے میرا دماغ لیکن یہ عورت ضرور مجھے پاگل کردے گی۔ مجھے بھی سکون اور راحت چاہیے۔"
"تم تو سکون اور راحت حاصل کرلوگے اشعر! لیکن تمہارے بچے بے سکون ہوجائیں گے۔ بیوی ہے وہ تمہاری، اسے محبت سے سمجھاؤ گے تو سمجھ جائے گی۔ کچھ اس کی مانو، کچھ اپنی منواؤ۔"
"اماں! آپ نہیں سمجھتیں، وہ چاہتی ہے کہ میں آپ سے قطع تعلق کرلوں۔ صرف اس کا ہوکر رہ جاؤں۔"
اماں کی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی لیکن اماں نے پھر بھی اسی کی حمایت کی صرف اماں ہی نہیں زینی اور اطہر بھی میری دوسری شادی کے سخت خلاف تھے لیکن ان دنوں تو مجھے صبا حیدر کے سوا کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ جیسے صبا حیدر میری زندگی میں آئے گی تو مجھے سب کچھ مل جائے گا۔ زندگی کی ہر خوشی پالوں گا۔
ان دنوں تو مجھے ثریا اور ٹیپو کا خیال بھی نہیں آرہا تھا۔ اتنے دن ہوگئے تھے انہیں گئے، میں نے ایک بار بھی انہیں فون نہیں کیا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا میں بس صبا حیدر کو دیکھتا رہوں، سنتا رہوں اور اسے ہی سوچتا رہوں۔ اگرچہ نیلی مجھے منع کرنے کے لیے گھر پر موجود نہیں تھی پھر بھی میں اماں کی طرف نہیں جارہا تھا۔
صبا حیدر نے میرے پرپوزل کا جواب نہیں دیا تھا، وہ کچھ چپ چپ اور سنجیدہ سی لگتی تھی مجھے۔ پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی وہ۔ میں نے اسے صاف صاف بتادیا تھا کہ نیلی نے مجھے اجازت نہیں دی دوسری شادی کی

لیکن۔

"کوئی بھی عورت اپنے مرد کو شیئر نہیں کر سکتی اشعر! یہ بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"مگر نیلی نے اجازت نہ دی تو میں۔"

"پلیز آگے کچھ مت کہنا میں کسی کا گھر برباد کر کے اس پر اپنی خوشیوں کی عمارت قائم نہیں کر سکتی۔"

"اوکے۔ میں نیلی کو راضی کر لوں گا۔"

میں نے اسے تسلی دے دی تھی لیکن خود ابھی تک نیلی سے بات نہیں کی تھی۔ میرے لیے یہ احساس ہی بڑا خوش کن تھا کہ صبا بھی۔ صبا بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

ان دنوں میں بے حد خوش رہنے لگا تھا' دنیا مجھے اتنی خوبصورت کبھی نہیں لگی تھی جتنی ان دنوں لگتی تھی۔

"بیٹا! نیلی اور بچوں کو جا کر لے آؤ' وہ بہت اداس ہو رہے ہیں۔" اس روز میں بہت دنوں بعد اماں کی طرف گیا تھا۔

"جی اماں!"

"بیٹا! مجھے تمہارے کھانے کی فکر ہے۔ گھر کی دیکھ بھال کون کرتا ہو گا۔ تم ادھر بھی نہیں آئے اور۔"

"کام والی کام کر جاتی ہے' کھانا باہر سے کھا لیتا ہوں۔ اور جہاں تک ادھر آنے کی بات ہے تو آپ کو پتا ہے' حالات کیسے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں میں ساتھ والے گھر میں چوری ہو گئی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن۔"

وہ میرے لیے پریشان تھیں اور بچوں اور نیلی کے لیے بھی لیکن میں نیلی اور بچوں کو گھر لانے سے پہلے صبا سے بات کرنا چاہتا تھا۔ ابھی تک اس نے مجھے جواب نہیں دیا تھا۔ جبکہ نیلی نے آج صبح ہی مجھے فون کیا تھا کہ "وہ راضی ہے بے شک میں دوسری شادی کر لوں" شاید بھابیوں کے سلوک نے اس کے سارے کس بل نکال دیے تھے لیکن یہ بات میں نے اماں کو نہیں بتائی تھی۔

"میں کل شام اسے لے آؤں گا اماں!"

میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا' وہ خوش ہو گئیں۔

زینی کے چہرے پر بھی چمک آ گئی۔ مجھے حیرت ہوئی' نیلی نے زینی کو کبھی پسند نہیں کیا تھا بلکہ روز اول سے ہی زینی کے خلاف کوئی نہ کوئی بات کرتی رہتی تھی' دوسری صبح میں سیدھا صبا کی ٹیبل پر گیا' وہ دراز سے کوئی فائل نکال رہی تھی۔

"صبا! میں چاہتا ہوں کہ ایک دو روز تک ہم سادگی سے نکاح کر لیں۔ تم نے اپنی آپا اور بھائی سے بات کی؟"

"نہیں" اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"نیلی نے کیا کہا؟"

"نیلی مان گئی ہے۔" میں سرشار سا کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اشعر! میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔" لمحہ بھر بعد اس نے سر جھکائے جھکائے کہا۔

مجھے شاک سا لگا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"اشعر!" اس نے جیسے میری بات نہیں سنی تھی' وہ اب بھی میز پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔

"میں نے بہت سوچا ہے لیکن میں خود غرض نہیں بن سکی۔ وہ شاید کوئی ایک لمحہ تھا جب میں خود غرض ہو گئی تھی۔ تب میں نے صرف اپنے متعلق سوچا تھا' صرف اپنے متعلق اور تم سے محبت کا اقرار کر بیٹھی۔ اشعر!" وہ ہولے ہولے بول رہی تھی اور میں دم بخود بیٹھا تھا۔

"میں نے بڑی کٹھن زندگی گزاری ہے اپنے ابا کے انتقال کے بعد۔ آپا بڑی تھیں اور پھر میں۔ باقی تینوں بہن بھائی ہم سے چھوٹے تھے۔ پہلے آپا اور پھر میں ہم دونوں نے خود ہی ابا کی ذمہ داری اٹھا لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ ہمیں سب کو اعلا تعلیم دلوانی ہے اور سب کا خیال رکھنا ہے۔ میرے ماسٹرز کے کچھ عرصہ بعد اماں نے آپا کی شادی کر دی۔ کیونکہ ان کے سسرال والے اب مزید انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو بھائی صاحب کی اچھائی تھی کہ میری تعلیم مکمل ہونے تک انہوں نے رخصتی پر اصرار نہیں کیا۔ مجھے زندگی نے کبھی اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ میں کسی خوبصورت جذبے کے متعلق سوچوں۔ آپا تھیں تب بھی کالج اور یونیورسٹی سے آ کر میں ٹیوشن میں مصروف ہو جاتی تھی اور ان کے بعد تو۔ اور اب جب سب اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔ دونوں چھوٹے بھائی اچھی جاب کر رہے ہیں۔ بہن کی شادی کر دی ہے' جلد ہی بھائیوں کی شادیاں بھی ہو جائیں گی۔ اماں اور آپا میرے لیے فکر مند۔ ایسے میں تم۔" وہ ذرا دیر کے لیے خاموش ہوئی اور ایک نظر مجھے دیکھا۔

"یہ انکشاف میرے لیے بھی بہت حیران کر دینے والا تھا کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ کئی دنوں تک میں خود حیران ہوتی رہی اور پھر جب تم نے شادی کی خواہش ظاہر کی تو بس وہ ایک لمحہ تھا جب میں بھی خود غرض ہو کر اقرار کر بیٹھی لیکن اشعر! میں بائے نیچر خود غرض نہیں ہوں میں کسی اور عورت پر ظلم نہیں کر سکتی۔ نیلی اتنی بری نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ زندگی نہ گزار سکو۔ میں اس سے ملی ہوں۔"

"تم اس سے ملی ہو؟ کب کہاں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اس کے گھر۔ میرا مطلب ہے اس کے میکے گھر' ایک بار نہیں کئی بار۔ میں نے اسے سمجھایا ہے۔ اس سے بہت دیر تک باتیں کی ہیں۔ وہ میری بات سمجھ گئی ہے۔ نیلی کا بھی قصور نہیں ہے اشعر! ہمارا معاشرتی سیٹ اپ کچھ ایسا ہے کہ لڑکی کم عمری میں ہی ماں بہنوں اور رشتے کی دوسری خواتین سے سن سن کر سسرالی رشتوں سے نفرت پال لیتی ہے۔ بلاوجہ کی نفرت اور یہی نفرت اور دشمنی گھروں کا سکون برباد کرتی ہے۔"

میں ساکت بیٹھا تھا۔ میرا دل جیسے بجھ گیا تھا۔ ساری روشنیاں ماند پڑ گئی تھیں۔ میں صبا کے بغیر بھلا کیسے۔

"صبا" میں روہانسا ہو گیا تھا۔ "یہ میرا دل۔ تم نے اس کے متعلق نہیں سوچا۔ تمہیں نیلی کا خیال ہے میرا نہیں۔"

"اشعر! ایک اپنے دل کی خوشی کے لیے تم کتنے دلوں کی خوشی چھین لو گے یہ تم نے سوچا۔ اتنے دنوں میں تمہارے بچوں کے چہروں کی رنگت ماند پڑ گئی ہے۔ تم نے دیکھا جا کر وہ کتنے کمزور اور کتنے بے آسرا سے لگ رہے ہیں۔"

"شاید تم نے مجھ سے محبت کی ہی نہیں صبا!" میں نے شکوہ کیا۔

"ایسا نہیں ہے اشعر! میں نے شاید تم سے تم سے زیادہ محبت کی ہے لیکن میں۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ کچلنے لگی۔ میں اس کی ٹیبل کے پاس سے اٹھ آیا اور مجھے گڑیا اور ٹیپو بے حد یاد آئے۔ اتنے دن ہو گئے تھے انہیں دیکھے۔

مجھے نیلی سے شکوہ تھا۔ وہ تو میرے وجود کا حصہ تھے پھر میں نے انہیں کیوں فراموش کر دیا تھا۔ صبا سچ ہی تو کہتی ہے کہ ہم بعض اوقات اپنی خوشیوں کے حصول کے لیے اتنا پاگل ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کی خوشیاں ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔

اس روز صبا آف ٹائم میں چھٹی لے کر چلی گئی تھی اور میں جب گھر آیا تو نیلی اور بچے گھر میں موجود تھے۔ نیلی اس طرح کام میں مصروف تھی جیسے وہ کہیں گئی ہی نہ تھی۔ ہمارے درمیان اس موضوع پر کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ میں بچوں کے ساتھ مصروف رہا۔ رات کو اپنے بیڈ روم میں آ کر نیلی نے مجھ سے سوری کر لیا۔

"سوری اشعر! میں بلاوجہ ہی تمہیں پریشان کرتی تھی۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔"

"اٹس اوکے۔"

میں نے بھی زیادہ بات نہیں کی تھی۔ نیلی میں حیرت انگیز تبدیلیاں آئی تھیں وہ ہر ویک اینڈ پر بچوں کے ساتھ اماں کی طرف جانے لگی تھی۔ اطہر اور زینی کے ساتھ بھی اس کی دوستی ہو گئی تھی۔ عید وغیرہ پر وہ ان کے لیے گفٹ بھی لے جاتی اماں بے حد خوش ہوتیں۔ میں پہلے کے مقابلے میں کچھ سنجیدہ ہو گیا۔ میرے دل میں اندر کہیں کن من ہوتی رہتی' آنسو گرتے رہتے۔ صبا کی یاد نے وہاں مستقل بسیرا کر لیا تھا۔ صبا نے اسی ہفتے ریزائن دے دیا تھا اور کہیں اور

جاب کرلی تھی۔

"یہی بہتر ہے اشعر! کہ میں تمہارے سامنے نہ رہوں۔"

"ایسا نہ کرو صبو۔! تمہاری رفاقت نہ سہی، تمہیں دیکھ تو پاؤں گا، سن تو لوں گا۔"

"لیکن میں چاہتی ہوں تم مجھے یکسر فراموش کردو۔ تاکہ تمہیں گھر میں نیلی کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے میں مشکل پیش نہ آئے۔ میں سامنے ہوں گی تو یہ احساس زیادہ تمہیں دکھ دیتا رہے گا۔"

"اور تم بھول جاؤ گی مجھے۔"

"نہیں۔ لیکن کوشش تو کرسکتی ہوں۔" اور پھر اس روز کے بعد مجھے صبا کبھی نہیں ملی۔

ہاں ایک بار میں نے فون پر اس کی گفتگو سنی تھی۔ میں نے کسی کو فون کرنے کے لیے اپنے بیڈ روم سے فون کا ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے مجھے صبا کی آواز سنائی دی تھی۔

"نیلی! یاد رکھو مرد کو کبھی چڑانا نہیں چاہیے۔ ضد نہیں دلانا چاہیے۔ اسے اتنی محبت دو نیلی! کہ وہ اس محبت کے جال سے نکل ہی نہ سکے۔ اور یاد رکھنا نیلی! کبھی اسے طعنہ مت دینا کہ وہ کبھی بھٹکنے لگا تھا۔ گھر میں مرد کو پورا سکون محبت اور آرام ملے تو وہ کبھی گھر سے باہر سکون تلاش نہیں کرتا۔"

"تھینک یو صبا! میں ہمیشہ آپ کی ممنون رہوں گی۔" یہ نیلی تھی۔

"میں شاید آج کے بعد تمہیں فون نہ کرسکوں۔ کیونکہ میں کراچی جارہی ہوں۔ اپنی آپا کے پاس۔ مجھے وہاں ہی جاب مل گئی ہے۔"

میں نے آہستگی سے ریسیور رکھ دیا۔

کیا دنیا میں ایسی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں صبا جیسی۔ کاش۔ اے کاش نیلی کی جگہ صبا میری ہم سفر ہوتی تو شاید میں دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی ہوتا۔ کتنے ہی دنوں تک میں دکھ کے گہرے حصار میں مقید رہا۔

صبا کو کھو کر دل جیسے بجھ گیا تھا۔ لیکن پھر ہولے ہولے نیلی کی رفاقت مجھے اس حصار سے باہر لے آئی اور میں نارمل زندگی گزارنے لگا۔ میں بھول گیا کہ کبھی میری زندگی میں صبا حیدر نام کی لڑکی بھی آئی تھی اور میں اس سے شادی کرنے والا تھا۔

ہاں ایک کسک سی کبھی کبھی ہوتی تھی لیکن پھر اپنے بچوں اور پرسکون گھریلو زندگی میں ڈوب کر یہ کسک ختم ہوجاتی۔ اگر صبا کے بجائے کوئی اور لڑکی ہوتی۔ کوئی خود غرض لڑکی تو شاید آج میرے بچے اس اعتماد سے محروم ہوتے جو آج ان میں ہے۔ میں ایک بار پھر دل ہی دل میں صبا کا ممنون ہوا۔ یکدم کسی نے ڈیک بند کردیا تو میں چونکا۔

"بارات آرہی ہے۔" کوئی اونچی آواز میں بولا تھا۔

بارات کے استقبال کے لیے مجھے اس وقت عزیز کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ایک لمحہ کے لیے میرے دل میں خیال آیا تھا لیکن میں اٹھتے اٹھتے بیٹھ گیا۔ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی خواتین ہنوز محو گفتگو تھیں گو موضوع بدل چکا تھا ڈیک بند ہوجانے کی وجہ سے ان کی آواز صاف مجھ تک آرہی تھی۔

"سچ بتاؤ وہ کون ہے جس کی خاطر تم نے یہ جوگ لے رکھا ہے۔"

"ارے نہیں کوئی بھی نہیں۔" وہی مانوس آواز اور مدھم ہنسی۔ "وہم ہے تمہارا۔ ہر وہ لڑکی جو شادی نہیں کرتی اس نے کسی کی خاطر جوگ تو نہیں لے رکھا ہوتا۔"

"میں ہر لڑکی کی بات تو نہیں کررہی یار! تمہاری بات کررہی ہوں۔ تمہارے لیے تو اتنے اچھے پروپوزل بھی آئے اور تم نے انکار کردیا۔"

"یونہی، بس دل ہی نہیں چاہا شادی کا۔ شاید اس زندگی کی عادی ہوگئی ہوں۔" لہجے میں ہلکی سی اداسی در آئی تھی یا شاید میں نے ہی محسوس کیا تھا۔ کیونکہ دوسری خاتون اب انہیں کسی صاحب کے متعلق بتارہی تھیں جو جوان بچوں کو بیاہ کر اب فارغ ہوکر گھر بسانا چاہ رہے تھے کیوں ان کی بیگم صاحبہ وفات پاچکی تھیں۔

"بکو مت۔" ہلکی سی سرزنش سے بری طرح چونکا۔

اوہ گاڈ! یہ لہجہ، یہ انداز تو میں لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔ یہ مانوس آواز یہ تو صبا حیدر کی آواز تھی۔

"لیکن ضروری تو نہیں یہ صبا حیدر ہی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے میرا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا لیکن اب کے میں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی خواہش کو نہ دبا سکا اور یکدم کھڑا ہو کر میں اپنی رو سے نکل کر دائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ لیکن وہاں سے مجھے وہ دونوں خواتین صاف نظر نہیں آرہی تھیں۔ صرف ایک خاتون کا سائیڈ پوز نظر آرہا تھا اور وہ صبا حیدر تو ہرگز نہ تھی۔

"یقیناً" یہ دوسری خاتون فرح ہوگی۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

دھک دھک۔ یوں جیسے ابھی سینے کی چار دیواری توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"اور اگر یہ صبا حیدر ہی ہوئی تو۔ تو کیا ہوگا۔ میں کیا کہوں گا اس سے۔ کیا میں اس کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے میرا گھر بکھرنے سے بچالیا یا گلہ کروں کہ اس نے میرا دل توڑ دیا۔" میں عجیب سے احساسات میں گھرا کھڑا تھا کہ اچانک باہر سے بینڈ باجوں کی آوازیں آنے لگیں اور عین اسی لمحے اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اب اس کا چہرہ میرے سامنے تھا، ایک لمحہ کے لیے میرا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو۔ وہ سچ مچ صبا حیدر ہی تھی۔ اتنے سالوں بعد میں اسے دیکھ رہا تھا۔

پندرہ سالوں میں اس میں کچھ خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ شاید وہ زیادہ باوقار لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہ پہلی سی شوخی نہیں تھی بلکہ ایک حزن سا تھا۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ یہ اندازہ تو مجھے ان کی گفتگو سے ہوچکا تھا۔ تو کیا وہ۔ کیا اس نے۔ میرا دل پھر پہلے سی تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے یکدم قدم آگے بڑھایا۔

میں اس سے بات کرنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحے اس کی نظریں بھی مجھ پر پڑیں۔ اور پھر مجھے لگا اس نے بھی مجھے پہچان لیا تھا۔ اس کی آنکھیں یکدم چمکی تھیں اور ہونٹوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ آکر ٹھہر گئی تھی حالانکہ میں تو بہت بدل گیا تھا۔ پندرہ سال پہلے میری عمر تیس سال تھی اور اب میں پینتالیس کا تھا۔

میرا جسم کچھ بھاری ہوگیا تھا اور میں نے عینک بھی لگالی تھی جبکہ وہ چالیس سال کی عمر میں بھی تیس سے کم کی ہی لگ رہی تھی۔ پندرہ سال پہلے جب وہ پچیس سال کی تھی تو انیس بیس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔

اور اب۔

"صبا!"

میرے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا لیکن اتنے شور میں میری آواز شاید اس تک نہیں پہنچی تھی۔ بینڈ باجوں کی آواز بلند ہوگئی۔ بارات گیٹ تک آگئی تھی۔ یکدم ہی شور بڑھ گیا تھا۔ میرے سامنے کچھ خواتین کھڑی ہوگئیں اور عزیز نے پیچھے سے آکر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تم یہاں کھڑے ہو گدھے! اور میں تمہیں کہاں کہاں تلاش کرچکا ہوں یہ پکڑو۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے کچھ گلاب کے ہار پکڑائے اور تقریباً گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھ لے چلا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بھی مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔

صبا۔ صبا پتا نہیں کہاں تھی۔ وہ مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔

"یہ ہار دولہا کے چچا کے گلے میں ڈالنے ہیں۔" عزیز میرے کان میں سرگوشی کرگیا تھا لیکن میں نے دولہا کے چچا کا انتظار کرنے کے بجائے جو بھی پہلے میرے سامنے آیا اس کے گلے میں ہار ڈالے اور تیزی سے واپس پلٹا۔ لیکن وہ دونوں کرسیاں جن پر کچھ دیر پہلے وہ بیٹھی تھیں خالی تھیں۔

بے چینی سے اسے ادھر ادھر تلاشتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ پندرہ سال پہلے میں کیسے اس کی محبت کے سحر میں جکڑا ہوا تھا کہ۔

"کیا واقعی یہ اس کی محبت کا سحر تھا یا اپنی ازدواجی زندگی کی تلخیوں سے فرار؟"

میرے اندر سے ایک چور آواز آئی اور عین اسی لمحے وہ مجھے ایک آرائشی کھمبے کے ساتھ کھڑی اسٹیج کی

طرف دیکھتی نظر آگئی جہاں وہ لپا بیٹھ چکا تھا اور اس کے بھائی اور کزن اسٹیج کے سامنے بھنگڑا ڈال رہے تھے۔

"صبا!" اس کے بالکل پیچھے جا کر میں نے آہستہ سے کہا تو وہ یکدم چونک کر مڑی۔ پتا نہیں کیوں مجھے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں نمی سی ہو۔

"کیا ہم اب ایک دوسرے کی خیریت بھی نہیں پوچھ سکتے صبا! جو تم مجھے دیکھ کر یہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہو۔" میرے لہجے میں گلہ تھا۔

"نہیں خیر! ایسی بات تو نہیں کہ میں تم سے چھپ کر یہاں بیٹھی ہوں۔" اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"تم کیسے ہو اور نیلی اور بچے؟"

"ہم سب ٹھیک ہیں۔ تم بتاؤ کراچی سے کب آئیں؟"

"چند ماہ پہلے۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"اور تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ ملنے ہی چلی آتیں، میں تو وہاں ہی تھا اسی آفس میں۔" میں بے اختیار پھر گلہ کر بیٹھا۔

اس نے بس ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر سامنے اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہاری اماں، زینی اور اطہر کیسے ہیں؟"

"زینی اور اطہر کی شادی ہو گئی ہے۔ دونوں اپنے اپنے گھر میں خوش ہیں اماں اطہر کے ساتھ ہی ہیں۔ تم اپنی سناؤ کیا ان پندرہ سالوں میں کبھی لاہور کا چکر نہیں لگا۔"

"کیا سناؤں۔ جب دونوں بھائی باہر سیٹل ہو گئے تو میں اماں کو بھی ساتھ ہی کراچی لے گئی، وہاں ہی آپا کے گھر کا ایک پورشن کرایہ پر لے لیا تھا اور یہاں والا گھر کرائے پر دے دیا۔ اب چند ماہ پہلے آپا اور بھائی صاحب کینیڈا چلے گئے تو اماں کا وہاں اکیلے دل ہی نہیں لگا اور ان کے اصرار پر میں واپس آگئی۔"

"اور تم نے شادی کیوں نہیں کی صبا!" وہ بات جو میں بہت دیر سے اس سے پوچھنا چاہ رہا تھا پوچھ ہی لی۔

"بس کوئی ملا ہی نہیں یا یوں سمجھ لو کسی نے پسند ہی نہیں کیا۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

"جھوٹ مت بولو صبا! جب تم یہاں سے گئی تھیں تو تب بھی تمہارے لیے کسی ڈاکٹر کا پرپوزل آیا ہوا تھا اور۔ پھر تم نے کیوں؟"

"ہر کیوں کا جواب نہیں ہوتا اشعر! کچھ باتیں ان کہی ہی رہنی چاہئیں۔" اس کے لہجے میں جیسے صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی۔

"تو کیا اس نے میری محبت میں؟"

میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن بھلا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ماہ و سال کی ساری کہانیاں تو اس کے چہرے پر رقم تھیں۔

"تم نے ایسا کیوں کیا صبا! مجھے بھی دکھ دیا اور خود بھی عمر بھر کے لیے تنہائی مول لے لی۔"

"پھر وہی کیوں؟" وہ ہولے سے ہنسی۔ کیا تھا اس ہنسی میں کہ میں صرف اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم شادی کر لیتیں صبا! ضروری تو نہیں کہ انسان جس کی چاہ کرے وہ اسے پالے۔"

"ہاں۔ ضروری تو نہیں لیکن شادی۔ یہ سب آسان نہیں تھا میرے لیے میں اپنے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔"

"تو کیا وہ آسان تھا جو تم نے کیا۔" میرے لہجے میں وہی پرانی بے تکلفی آگئی تھی۔

"شاید نہیں۔ لیکن مجھے کوئی شرمندگی تو نہیں ہے۔ کوئی بوجھ تو نہیں ہے نا میرے دل پر کہ میں نے اپنی محبت پانے کے لیے کسی دوسری عورت کا گھر برباد کر دیا۔ خیر اب ماضی کا کیا ذکر۔" وہ پھر ہنسی۔ وہی افسردہ کر دینے والی ہنسی "تم بتاؤ اب نیلی تو خوش ہے نا!"

"ہاں!"

"اور کیوں خوش نہیں ہوگی میں نے اپنی محبت کی قربانی دے کر اسے بے سائبان ہونے سے بچا لیا تھا۔"

اور یہ بات میں نے وہاں کھڑے کھڑے ہی نہیں سوچی تھی بلکہ کبھی کبھار میں اس کا اظہار ڈھکے چھپے لفظوں میں نیلی سے بھی کرتا رہتا تھا۔ حالانکہ مجھے اب نیلی سے کوئی شکایت نہ تھی۔

صبا سے محبت کا جو بخار چڑھا تھا وہ بھی کچھ عرصہ بعد اتر گیا تھا اور نیلی کے ساتھ میں ایک بالکل نارمل زندگی گزار رہا تھا پھر بھی جب بھی موقع ملتا میں نیلی کو ضرور جتا دیا کرتا تھا کہ وہ ایک لڑکی جو میری محبت تھی اور جو مجھ سے محبت کرتی تھی میں نے اسے صرف نیلی اور بچوں کی خاطر چھوڑ دیا تھا نیلی خاموش رہتی تھی لیکن اس کا موڈ ضرور آف ہو جاتا تھا جیسے آج صبح ہوا تھا۔

"اور تم۔ تم بھی خوش ہو؟"

"ہاں۔ سچ تو یہ ہے صبا! کہ تم نے نیلی کو جانے کیا سمجھایا تھا کہ پھر اس نے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

"تھینک گاڈ! تم اپنے گھر میں سیٹ اور مطمئن ہو۔" اس نے ایک لمبی سانس لی۔

"لیکن صبو! میرے دل کا ایک کونا تو ہمیشہ ویران ہی رہا ہے، وہاں دھول اڑتی ہے اور تمہارے ہجر میں۔" میں جیسے پندرہ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

"پانا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا اشعر!" اس نے میری بات کاٹ دی تھی۔

"محبت تو کبھی مرتی نہیں ہے۔ محبوب کو کھو کر بھی وہ اتنی ہی توانائی سے زندہ رہتی ہے۔ بلکہ شاید ہجر اسے بڑھا دیتا ہے۔"

وہ شاید صحیح کہہ رہی تھی۔ اس کے دل میں محبت اب بھی اسی شدت سے موجود تھی شاید ان پندرہ سالوں میں میری محبت اور نکھر کر اس کے اندر روشنی کر رہی تھی۔

میں اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے کھڑا تھا اور پندرہ سال پہلے اگر وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی تو کتنا آسان تھا اس کے لیے یہ۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ نیلی نے مجھے اجازت دے دی تھی۔ اس نے اپنی اماں اور آپا کو رضامند کر لیا تھا پھر۔

"فرح مجھے ڈھونڈ رہی ہوگی۔" وہ یک دم تیزی سے مڑی تھی لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں پھیلتی نمی دیکھ لی تھی۔

میں نے حیرانی سے اس کی بھیگتی پلکوں کو دیکھا اور پہلی بار اپنے آپ سے اعتراف کیا۔

"یہ میں نہیں تھا وہ تھی جس نے اپنی محبت کی قربانی دے کر ہمارا گھر ٹوٹنے سے اور میرے بچوں کو بے سائبان ہونے سے بچایا تھا۔ اگر وہ مجھ سے شادی کرنے سے انکار نہ کرتی تو پھر بھلا لوگوں کو یہ کہنے سے کون روک سکتا تھا کہ اشعر حسن نے دو بچوں کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی ہے۔"

میرے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ میں نے اسے دیکھنا چاہا لیکن وہ خواتین کے ہجوم میں میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اگر آج وہ نہ ملتی تو میں شاید ساری زندگی اسی زعم میں رہتا کہ میں نے نیلی پر احسان کیا ہے اور ساری زندگی اسے جتاتا رہتا کہ یہ میں تھا جس نے۔

اور میں جو اسے "اس صبا حیدر کو صرف یہ جتانے بلکہ یاد دلانے اسے ڈھونڈتا ہوا اس تک آیا تھا کہ دیکھو میں اشعر حسن ان خود غرض مردوں میں شامل نہیں ہوں بلکہ پندرہ سال پہلے ایک بار پھر اعتراف کرتے ہوئے کہ یہ میں نہیں وہ تھی جس نے نیلی کا گھر ٹوٹنے سے بچایا تھا بیٹھنے کے لیے کوئی خالی کرسی دیکھنے لگا۔

*